ایمان کی کسوٹی، ابتلا و آزمائش

اللہ کی جنت سستی نہیں، اس کے لئے تو امتحان شرط ہے، اللہ کی خاطر مشقتیں اٹھانی ہوں گی، مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرنا ہوگا، تب کہیں یہ بات کھلے گی کہ ایمان کا جو دعویٰ تم نے کیا تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا

فتنہ کے معنی ہیں سونے کو گرم کر کے اس سے کھوٹ کو جدا کرنا۔ فتنہ آزمائش کو بھی کہتے ہیں۔ مخلصین کے ساتھ منافقین کا خلط ملط ہونا بعض اوقات بڑے نقصانات پہنچاتا ہے لہذا آزمائش کے نتیجہ میں خالص لوگ ہی سامنے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا قانون بتا دیا ہے کہ جو شخص دین کا علم لے کر کھڑا ہو، دین کا جھنڈا اٹھائے، شہادت حق کا نعرہ بلند کرے اور اقامت دین کا دعویٰ کرے، اس کو ٹھنڈے پیٹوں اس راہ سے گزرنے نہیں دیا جائے گا۔ اس کی آزمائش بڑی سخت ہوگی۔ اس کے سامنے صبح سے شام تک بے شمار انتخاب کے مواقع آئیں گے۔ لمحہ لمحہ اس کا امتحان ہوگا۔ اس کو جان ایک دفعہ نہیں دینا پڑے گی بلکہ روز جینا اور مرنا ہوگا۔ ایک دفعہ مرنا تو شاید آسان ہو مگر روز روز مرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ موت صرف جسم سے جان کے نکل جانے کا نام نہیں بلکہ اپنی خواہش، اپنی آرزو اور اپنی تمنا کو مارنا بھی موت کی ایک صورت ہے۔ آخر ''انسان'' عبارت کس چیز سے ہے، ہڈیوں اور گوشت سے نہیں بلکہ آرزوؤں اور تمناؤں سے جو اس کے دل و دماغ کے اندر بستی ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس کے بغیر راہِ حق، دعوت اور جہاد کی منزل طے نہیں ہوسکتی۔ ارشاد ربانی ہے:

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون'' (العنکبوت 3,2)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بتاتا ہے کہ ہمارے جو وعدے دنیا و آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں، کوئی شخص مجرد زبانی دعوائے ایمان کر کے ان کا مستحق نہیں ہوسکتا بلکہ ہر مدعی کو لازماً آزمائشوں کی بھٹی سے گزرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے دعوے کی صلاحیت کا ثبوت دے۔ ہماری جنت اتنی سستی نہیں اور نہ ہی دنیا ہی میں ہماری عنایات ایسی ارزاں ہیں کہ تم بس زبان سے ہم پر ایمان لانے کا اعلان کرو اور ہم سب کچھ تمہیں بخش دیں، ان کے لئے تو امتحان شرط ہے۔ ہماری خاطر مشقتیں اٹھانی ہوں گی، جان و مال کا زیاں برداشت کرنا ہوگا، طرح طرح کی سختیاں جھیلنی ہوں گی، خطرات، مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرنا ہوگا، خوف سے بھی آزمائے جاؤ گے اور لالچ سے بھی، ہر چیز جسے تم عزیز و محبوب رکھتے ہو ہماری رضا پر اسے قربان کرنا پڑے گا اور ہر تکلیف جو تمہیں ناگوار ہے ہمارے لئے برداشت کرنی ہوگی۔ تب کہیں یہ بات کھلے گی کہ ہمیں ماننے کا جو دعویٰ تم نے کیا تھا وہ سچا تھا یا جھوٹا۔

سورہ العنکبوت کی مذکورہ بالا آیات کے ذرا اندازِ بیان پر غور کیجئے۔ ذکر ان کا ہو رہا ہے جو مٹھی بھر لوگ مکہ میں ایک اللہ کے اوپر ایمان لائے ہیں۔ جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے لیکن لہجے میں بڑی اجنبیت ہے اور بڑی غیریت ہے کہ کیا لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ حالانکہ یہ کوئی عام لوگ نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جسم و جان کا سودا کر کے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیا تھا پھر بھی یہ نہیں کہا کہ ''میرے بندے یہ سمجھ بیٹھے ہیں'' بلکہ کہا گیا ہے کہ

''لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں'' گویا ایمان لانے کے بعد ہر ایک کو آزمائش کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس سے کسی کو مفر نہیں۔ ایمان کا دعویٰ ہوگا تو آزمایا بھی ضرور جائے گا، اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں جب تک کہ برے کو بھلے سے الگ نہ کر دیا جائے۔ گویا اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار ممکن نہیں جب تک کہ برے اور بھلے کی تمیز نہ ہو جائے۔ یہ اس لئے کہ زبان سے دعویٰ کرنے والے تو بہت ہوتے ہیں، لوگ بہت سے لبادے اوڑھ لیتے ہیں، بظاہر شیر نظر آتے ہیں لیکن کیا کسی کے سینے میں واقعی شیر کا دل ہے؟ اور کون اتنی ہمت اور جرأت رکھتا ہے کہ نہ صرف حلال وحرام کی پابندی کرے بلکہ آگے بڑھ کر ان جائز وحلال چیزوں کو بھی چھوڑ دے کہ جن کی قربانی راہ حق میں چلنے کے لئے ناگزیر ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی آزمائش ضروری ہے، جس کے لئے وہ ہلا ڈالے جائیں گے، جس کے لئے انہیں جھنجھوڑا جائے گا، آروں سے چیرے جائیں گے، زندہ زمین کے اندر گاڑے جائیں گے اور ان کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے نوچا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت مسلمانوں کے ذہن نشین فرمائی ہے کہ آزمائش ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھوٹا اور کھرا پرکھا جاتا ہے، کھوٹا خود بخود اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور کھرا چھانٹ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ان انعامات سے سرفراز ہو جو صرف صادق الایمان لوگوں کا ہی حصہ ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

''وہ اس آزمائش کے ذریعہ سے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دینا چاہتا ہے'' (آل عمران 141)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں کی تمحیص کرتا ہے۔ تمحیص نکھار کر پختہ کرنے کو کہتے ہیں جو کھوٹ کو دور کرنے اور کھرے اور کھوٹے کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے بعد کا ہے۔ یہ ایک عمل ہے جو دل اور ضمیر کی گہرائیوں میں تکمیل پاتا ہے۔ یہ شخصیت کے پوشیدہ گوشوں کو بے نقاب کرنے اور ان پر روشنی ڈالنے کا عمل ہے تاکہ وہ ہر طرح کی ملاوٹ اور کھوٹ اور عیب سے پاک وصاف ہو کر حق پر قائم ہو سکے۔ انسان بسا اوقات اپنے آپ کو نہیں جانتا ہے، وہ اپنے پوشیدہ گوشوں، اپنے شگافوں اور اپنی کجیوں سے آگاہ نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات اپنی کمزوری اور قوت کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتا اور اس کی شخصیت کے اندرون میں جو چیزیں تہ نشین اور مخفی ہیں ان کا اسے علم نہیں ہوتا۔ یہ سب چیزیں کسی ابھارنے والے واقعے ہی سے ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

انسان اپنے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ قوت وشجاعت کا پیکر ہے اور حرص وبخل سے بالکلیہ پاک ہے لیکن عملی تجربے اور عملی واقعات وحوادث سے دوبدو ہونے کی روشنی میں اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے نفس میں ابھی ایسے نقائص موجود ہیں جن کا ازالہ نہیں ہوا اور وہ اس سطح کی شدتِ حالات کو برداشت کرنے کے لئے ابھی تیار نہیں اور بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے نفس کی ان سب کمزوریوں کو جان لے تاکہ از سر نو وہ اسے تیار کرنے اور ڈھالنے کی جدوجہد کرے جو اس دعوت کی فطرت کا مقتضا ہے اور ان ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ ادا کر سکے جن کا تقاضا یہ عقیدہ کرتا ہے۔

سورہ عنکبوت کی آیات پر دوبارہ غور کیجئے، ارشاد ربانی ہے ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟'' سرزنش آمیز سوالیہ انداز کے ذریعہ لوگوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ تم ایمان کو کیا سمجھتے

ہو؟ کیا ایمان صرف چند الفاظ کا نام ہے جو زبان سے ادا کر دیئے جائیں جس کی ایک حقیقت ہے، جس کے اپنے تقاضے ہیں، وہ ایک امانت ہے جس کی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ یہ ایک جہاد ہے جس میں بڑے صبر کی ضرورت ہے۔ ایمان لانے والوں کی آزمائش ہوگی جس میں انہیں صبر کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ایمان اور اسلامی نظریۂ حیات اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ اس امانت کے حامل وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ جو اپنا آرام وسکون، سلامتی، ساز وسامان اور عیش وعشرت اس پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ ایمان اور اسلامی نظریۂ حیات اس زمین پر منصبِ خلافت الٰہیہ کا دوسرا نام ہے۔ اس سرزمین پر مومن عوام الناس کا قائد ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو اس دنیا میں حقیقت کا روپ دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں! اللہ کی مدد قریب ہے‘‘ (البقرہ 214)

انبیاء جب کبھی دنیا میں آئے، انہیں اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو اللہ کے باغی وسرکش بندوں سے سخت مقابلہ پیش آیا اور انہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر باطل طریقوں کے مقابلہ میں دین حق کو قائم کرنے کی جدوجہد کی۔ اس دین کا راستہ کبھی پھولوں کی سیج نہیں رہا کہ آمَـنّـا کہا اور چین سے لیٹ گئے۔ اس آمنا کا قدرتی تقاضا ہر زمانے میں یہ رہا ہے کہ آدمی نے جس دین پر ایمان لایا ہے اسے قائم کرنے کی کوشش کرے اور جو طاغوت اس کے راستے میں مزاحم ہو، اس کا زور توڑنے میں اپنے جسم وجان کی ساری قوتیں صرف کر دے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل ایمان جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں انہیں کیوں آزمایا جا رہا ہے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے تو یہ اتنا دشوار گزار کیوں ہے؟ اگر اس کی دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ان پر ایمان لانا اتنا جان جوکھم کا کام کیوں ہے؟ جب ہم اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے اٹھے ہیں تو ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں، پھر ہماری راہ میں یہ رکاوٹیں اور یہ اڑنگے کیوں ڈال دیئے گئے ہیں، اس طرح کے سوالات کا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ راہِ حق کے تقاضوں سے اچھی طرح آشنائی نہیں ہوئی۔ سورہ عنکبوت کی ان آیات میں سب سے پہلے اس طرح کے سوالات کرنے والے لوگوں کی بیماری کی طرف توجہ فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ اگر لوگوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ وہ ایمان کا دعویٰ کریں گے اور مجرد ان کے اس دعویٰ کی بنا پر کہ ان کا نام مومنین صادقین کے رجسٹر میں درج ہوگا، ان کے کھرے کھوٹے ہونے کی کوئی جانچ نہیں ہوگی تو یہ انہوں نے نہایت غلط سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت مؤکد الفاظ میں اپنی سنت کی یاددہانی کرائی ہے کہ وہ کھرے اور کھوٹے کو الگ کرنے کیلئے آزماتا ہے۔ اس ابتلا و آزمائش میں لازماً ان لوگوں کو سابقہ پیش آتا ہے جو اسلام اور ایمان کا دعویٰ لے کر اٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو، وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا‘‘ (آل عمران 179)

یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جماعت کو اس حال میں دیکھنا پسند نہیں کرتا کہ ان کے درمیان سچے اہل ایمان اور منافق خلط ملط رہیں۔

اللہ کی قسم یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ آزمائشوں کے ذریعہ اہل ایمان کو محض سزا دینا چاہتا ہو یا ان کو مصائب میں مبتلا کر کے ان کو اذیت دینا چاہتا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو اس امانت کے اٹھانے کے لئے تیار کرنا چاہتا ہے اور یہ تیاری اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اہل ایمان کو عملاً مشقتوں میں مبتلا نہ کیا جائے، جب تک وہ صبر کر کے ہر قسم کی خواہشات اور شہوات پر برتری حاصل نہیں کر لیتے، جب تک وہ اذیتوں پر صبر کرنا سیکھ نہیں لیتے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی نصرت پر حقیقی بھروسہ نہیں ہو جاتا۔ اگر چہ نصرتِ الٰہیہ مصلحتاً بہت دیر کر دے اور اگر چہ ابتلاؤں کا دور طول کھینچ لے اور بہت شدید ہو جائے۔ نفسِ انسانی کو جب مصیبتوں کی بھٹی میں گرمایا جاتا ہے تو اس کا کھوٹ دور ہو جاتا ہے، اس کی خفیہ قوتیں جوش میں آتی ہیں، اس کی مدافعانہ قوتیں جمع ہوتی ہیں۔ مصائب کے پہاڑ جب کسی پر ٹوٹتے ہیں تو اس کا باطن صیقل (صاف) ہو جاتا ہے، اس کا جسم مضبوط ہو جاتا ہے اور مومن ان مصائب و شدائد کا خوگر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ جب امانت اٹھاتے ہیں تو پھر یہ انہیں دل و جان سے عزیز ہوتی ہے، آخر کار ایمان، امانت داری اور اسلامی نظریۂ حیات غالب ہو کر رہے گا، یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کی ضمانت دی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''آزمائش جتنی سخت ہوگی اتنا ہی بڑا انعام ملے گا (بشرطیکہ آدمی مصیبت سے گھبرا کر راہ حق سے بھاگ نہ کھڑا ہو) اور اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو مزید نکھارنے اور صاف کرنے کے لئے آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہیں اور صبر کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوتا ہے اور جو لوگ آزمائش میں اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے ناراض ہوتا ہے'' (ترمذی)

اہل ایمان کی آزمائشوں میں ایک آزمائش یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ ان مشکلات اور اذیتوں پر صبر کریں جو اہل باطل کی طرف سے انہیں پہنچیں۔ آزمائش کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ بعض اوقات باطل پرستوں پر دولت کی بارش ہوتی ہے، لوگ دیکھتے ہیں کہ اہل باطل خوشحال اور کامیاب ہیں۔ دنیا ان کے نعرے بلند کرتی ہے اور مومن بیچارہ نظروں سے گرا ہوا ہے، اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں جاتی۔ بعض اوقات ایک مومن اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ وہ خود اس کی اپنی سوسائٹی میں غریب الدیار ہے۔ اس کا پورا ماحول گمراہی میں مبتلا ہے اور اس ماحول میں وہ انوکھا لگ رہا ہے۔ مومن کے لئے ایک اور آزمائش نفس، نفسانیت اور شہواتِ نفسی کا فتنہ بھی ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ یقیناً اس بات پر قادر تھا کہ اپنے نبی ﷺ، اپنی دعوت، اپنے دین اور اپنے نظام زندگی کو پہلے ہی لمحے فتح و نصرت سے نواز دیتا، بغیر اس کے کہ اہل ایمان کوئی جدوجہد کرتے اور مشقت برداشت کرتے۔ وہ اس بات پر بھی قادر تھا کہ فرشتے نازل فرما دیتا جو اہل ایمان کے ساتھ مل کر یا ان کے بغیر جنگ کرتے اور مشرکین کو اسی طرح ہلاک کر دیتے جس طرح انہوں نے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم

لوط کو ہلاک کیا تھا۔مسئلہ فتح ونصرت کا نہیں ،امت کی تربیت کا ہے جو اس لئے تیار ہورہی تھی کہ اسے انسانیت کی قیادت سونپی جائے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''دل شکستہ نہ ہو،غم نہ کرو،تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو'' (آل عمران 139)